

شعبان المعظم اور شبِ برأت

مفتی اعظم پاکستان

مفتی منیب الرحمٰن

www.facebook.com/ The Sunni Foundation



شعبان المعظم اسلام کی رو سے ایک مقدس اور متبرک مہینہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہمیں برکت عطا فرما اور (برکتوں کے ماحول میں) ہمیں رمضان تک پہنچا، (شعب الایمان:3815)''۔

(2) آپ ﷺ نے فرمایا: ''رمضان، اللہ کا مہینہ ہے، شعبان، میرا مہینہ ہے، شعبان پاک کرنے والا ہے اور رمضان گناہوں کو معاف کرنے والا ہے (یعنی اس کا سبب ہے)، (کنز العمال:6466)''۔ یہی سبب ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''میں نے (کبھی) نہیں دیکھا کہ سوائے رمضان کے رسول اللہ ﷺ نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اور آپ سب سے زیادہ نفلی روزے شعبان میں رکھتے تھے، (سنن ابی داود:300)''۔

شعبان المعظم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کی گئی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ آپ (رمضان المبارک کے علاوہ) کسی بھی دوسرے مہینے کے مقابلے میں شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رجب اور رمضان کے درمیان ایسا (عظیم المرتبت) مہینہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں (بندوں کے) اَعمال ربُّ العٰلمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے اعمالِ (صالحہ) اس حال میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں، (سنن نسائی:2356)''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ پورے ماہِ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا نفل روزے کے لیے



آپ کو شعبان تمام مہینوں سے زیادہ پسند ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سال وفات پانے والے تمام افراد کے نام (قبضِ ارواح پر مامور فرشتوں کے رجسٹر میں) لکھ دیتا ہے، تو میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری وفات (اگر مقدر ہے تو) روزے کی حالت میں نصیب ہو، (مسند ابی یعلیٰ 4890)''۔

شعبان کی پندرہویں شب:

بعض تفاسیر میں اسے ''لَیْلَةُ الْبَرَاءَةِ''، ''لَیْلَةُ الرَّحْمَةِ''، ''لَیْلَةُ الْمُبَارَکَةِ'' اور ''لَیْلَةُ الصَّکِّ'' بھی کہا گیا ہے، قرآنِ کریم میں ''لَیْلَةُ الْمُبَارَکَةِ'' کا ذکر آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''حٰمٓ، روشن کتاب کی قسم، بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں، اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، (یہ) ہمارے پاس سے حکم ہوتا ہے، بے شک ہم ہی (رسولوں) کو بھیجنے والے ہیں، (یہ) آپ کے رب کی طرف سے رحمت (ہے)، بے شک وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے، (الدخان: 1 تا 6)''۔

جمہور مفسرین کے نزدیک ''برکت والی رات'' سے مراد ''لیلة القدر'' ہے، تاہم عکرمہ اور بعض مفسرین نے اس سے ''شبِ برات'' مراد لی ہے، لیکن پہلا قول ہی راجح ہے۔ جن مفسرین نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، انہوں نے دونوں اقوال میں تطبیق کی ہے۔ شعبان المعظم کی پندرہویں شب یعنی شب برات کے بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ شعبان کی درمیانی (پندرہویں) شب کو خاص توجہ فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ



پرور کے علاوہ (مغفرت کے طلب گار) اپنے سب بندوں کو بخش دیتا ہے، (سنن ابن ماجہ 1390)''۔ شُعَبُ الایمان کی حدیث میں ہے: (2) ''اس شب مومن کی مغفرت ہوتی ہے، کافر کو مہلت دی جاتی ہے اور کینہ پرور کو چھوڑ دیا جاتا ہے''۔ مجرم کو ڈھیل دینا بھی ایک طرح کی سزا ہے تاکہ وہ سرکشی میں انتہا کو پہنچ کر اشدِ عذاب کا سزاوار قرار پائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (1): ''ہم تو اُن کو صرف اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ اُن کے گناہ بڑھتے چلے جائیں اور اُن کے لیے ذلّت آمیز عذاب ہے، (آل عمران: 178)''۔ (2): ''بے شک کافر اپنی چالیں چل رہے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا ہوں، سو آپ کافروں کو ڈھیل دے دیں (اور) اُن کو تھوڑی مہلت دیں، (الطارق: 17-15)''۔

(3) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب شعبان کی درمیانی شب آئے، تو رات کو نوافل پڑھو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (اس رات کو) غروبِ آفتاب ہی سے آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ اجلال فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور ارشاد فرماتا ہے: کیا ہے کوئی مغفرت کا طلب گار کہ میں اسے بخش دوں، ہے کوئی رزق (کی کشادگی) کا طلب گار کہ میں اسے رزقِ (واسع) عطا کروں، ہے کوئی مبتلائے مصیبت کہ میں اس کی مصیبت کا درماں کروں، الغرض بندوں کی تمام حاجات کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیضانِ رحمت طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے، (سنن ابن ماجہ 1388)''۔

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''شعبان کی درمیانی شب رسول اللہ ﷺ میرے بستر سے نکل گئے، (آگے چل کر) فرماتی ہیں: مجھے اندیشہ ہوا



کہ آپ کسی زوجۂ مطہرہ کے پاس گئے ہیں، میں گھر میں آپ کو تلاش کرنے لگی، تو میرے پاؤں آپ کے مبارک قدموں پر پڑے، آپ حالتِ سجدہ میں تھے، مجھے یاد ہے، آپ فرما رہے تھے: (اے اللہ!) میرے جسم و جاں تیری بارگاہ میں سجدہ ریز ہیں، میرا دل تجھ پر ایمان لایا، میں تیری تمام نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں، میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی، سو تو مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے، میں تیری سزا سے بچ کر تیرے عفو و کرم کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیرے غضب سے بچ کر تیری رحمت کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری ناراضی سے بچ کر تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری گرفت سے بچنے کے لیے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں، (اے اللہ!) میں تیری حمد و ثنا کا حق ادا نہیں کر سکا، تیری کامل ثنا وہی ہے جو تو نے خود اپنی ذات کی فرمائی، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ مسلسل عبادت میں مشغول رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور کثرتِ عبادت سے آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آگیا تھا، میں آپ کے پاؤں مَل رہی تھی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے تو اپنے آپ کو تھکا دیا، اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو پہلے ہی مغفرتِ کُلّی کی یقینی نوید سنا رکھی ہے، آپ پر تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار رحمتیں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اے عائشہ!، تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، تمہیں معلوم ہے آج کی رات میں کیا کیا برکتیں ہیں، انہوں نے عرض کیا: حضور! بتایئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس رات کو (آنے والے سال) کے دوران بنی آدم کے ہر پیدا ہونے والے بچے اور ہر وفات پانے والے شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے، اس رات کو بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی میں اُن کا رزق نازل ہوتا ہے، حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں



داخل نہیں ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور آپ بھی نہیں، تو نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا اور تین مرتبہ فرمایا: میں بھی نہیں سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں ڈھانپ لے، (فضائل الاوقات:26، الدر المنثور للسیوطی، جلد:7،ص:350)"۔

اس طویل حدیث سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سید المرسلین، رحمۃ للعالمین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور کس قدر عجز و نیاز فرماتے تھے، آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کی جلالت کا کتنا غلبہ تھا، آپ کس قدر انہماک سے عبادت کرتے تھے اور اتنی کثرتِ عبادت کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلبگار رہتے تھے، آپ ﷺ امت کو تعلیم دینا چاہتے تھے کہ اللہ کا بندہ کثرتِ عبادت سے چاہے انتہائی بلندی پر پہنچ جائے، لیکن اُسے اپنی عبادت اور تقوے پر ناز نہیں کرنا چاہیے، بندہ عبادت کر کے اللہ پر کوئی احسان نہیں کرتا، یہ تو بندگی کا فریضہ ہے، ان عبادات کو شرفِ قبولیت عطا کرنا اور انعامات سے نوازنا پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل و کرم پر موقوف ہے۔ جو لوگ فرطِ عقیدت میں شانِ الوہیت اور مقامِ نبوت کا تقابل کرتے ہیں، انہیں صرف ایک بار نہیں، بلکہ بار بار نبی کریم ﷺ کے تواضع اور عجز و انکسار سے لبریز ان مبارک کلمات کو پڑھتے رہنا چاہیے، یہ سب کچھ تعلیمِ امت کے لیے ہے۔

آپ ﷺ نے متعدد روایات میں فرمایا: "اس عظیم رات کو مشرک، قتلِ ناحق کرنے والا، ماں باپ کا نافرمان، سود خور، عادی شرابی، عادی زناکار، قطع رحمی کرنے والا، چغل خور اور کینہ پرور کی بخشش نہیں ہوگی"، یعنی ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے شریعت میں بیان کی ہوئی توبہ کی قبولیت کی شرائط پوری کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور معافی کے حق دار نہیں بن سکتے۔



الغرض پندرہویں شبِ شعبان کے فضائل حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوہریرہ، حضرت عوف بن مالک، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ابوثعلبہ اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، یہ روایات اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، لیکن اِس پر علماء کا اجماع ہے کہ ''فضائلِ اعمال'' میں ضعیف روایات معتبر ہوتی ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: ''رہا شب براءت کی فضیلت کا معاملہ، سو وہ ایک مستقل معاملہ ہے، جو بعض روایاتِ حدیث میں منقول ہے، مگر وہ اکثر ضعیف ہیں، اسی لیے قاضی ابوبکر بن عربی نے اس رات کی کسی فضیلت سے انکار کیا ہے۔ لیکن شب براءت کی فضیلت کی روایات اگرچہ باعتبار سند کے ضعیف ہیں، لیکن تعددِ طُرق اور تعدُّدِ روایات سے اُن کو ایک طرح کی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے بہت سے مشائخ نے اِن کو قبول کیا ہے، کیونکہ فضائلِ اعمال میں ضعیف روایات پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے، (معارف القرآن، جلد: 7، ص: 758)''۔

جامع ترمذی میں ''بَابُ مَاجَآءَ فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ'' کے تحت شعبان کی پندرہویں شب کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی گئی ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے مشہور اہلِ حدیث عالم شیخ عبداللہ مبارک پوری لکھتے ہیں: ''جان لو کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں۔ یہ احادیث بحیثیتِ مجموعی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ (شریعت میں) اس کی اصل موجود ہے۔ پھر انہوں نے اس رات کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ذکر کر کے ان پر کلام کیا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں: ''اور ان روایات کا مجموعہ ان لوگوں پر حُجت ہے، جو یہ گمان کرتے



ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے بارے میں دین میں کوئی بات ثابت نہیں ہے''، (تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی، جلد:2،ص 53-52)''۔یہ ان کی بحث کا خلاصہ ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:''ہمارے والد صاحب فرماتے تھے کہ ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں زندگی میں کم از کم ایک بار شعبان کی پندرہویں شب کو ضرور قبرستان جانا چاہیے''۔تاہم احادیث میں ایسی کوئی تحدید نہیں ہے۔پس ثابت ہوا کہ یہ علمائے کرام کسی نہ کسی درجے میں اس رات کی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن پھر عوام کے مساجد میں نفلی عبادات اور مجالس وعظ کے لیے جمع ہونے کے رجحان کو بدعت بھی قرار دیتے ہیں، یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ہم بھی اس رات میں قیام، عبادات، تلاوت وذکرواذکار اور تسبیحات ودرود کو فرض یا واجب قرار نہیں دیتے، یہ باتیں سنت ومستحب ہیں، ہم ان کے التزام کی تلقین یا تاکید نہیں کرتے ،صرف ترغیب دیتے ہیں اور نہ ہی ترک پر کسی کو ملامت کرتے ہیں، یہ بھی اصولِ شرع کے خلاف ہے، البتہ جواز واستحباب احادیث وروایات میں موجود ہے۔سو شریعت میں جس بات کا ثبوت جس درجے میں ہو، اُسے مان لینا چاہیے، ہر بات کو مسلمانوں کے درمیان محلِ نزاع نہیں بنانا چاہیے اور نہ ہی ماننے والوں کو حد سے تجاوز کرنا چاہیے۔

ان احادیث کی روشنی میں ہمارے اس خطے میں شعبان کی پندرہویں شب کو اپنے مرحومین کی قبور پر جانے کی روایت ہے اور یہ اچھی بات ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:''حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے (ابتدائے اسلام میں) تمہیں قبرستان جانے سے روکا تھا، سو اب تم جایا کرو، کیونکہ اس سے دنیا کی ناپائیداری کا احساس ہوتا ہے اور آخرت کی یاد تازہ



ہوتی ہے، (سنن ابن ماجہ: 1571)''۔ دنیا سے کسی قدر بے رغبتی اور آخرت کی یاد شریعت کا مطلوب ہے، پس جب قبرستان جائیں تو آخرت کا تصور ذہنوں میں تازہ کریں کہ یہ اہلِ قبور بھی کبھی بڑی شان وشوکت والے تھے، حسین وجمیل مکانات میں رہتے تھے، پُرتعیّش زندگی گزارتے تھے، اب چھ فٹ کے گڑھے میں لیٹے ہوئے ہیں، دنیا کی ساری عشرتیں اور قرابت کے رشتے اسی دنیا میں رہ گئے، میر تقی میر نے کہا تھا:

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آگیا — یکسر وہ استخواں شکستوں سے چُور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر — میں بھی کبھو کُسُو کا سرِ پُرغرور تھا

بہت سے لوگ زائرین کی سہولت کے لئے قبرستان کی صفائی کرتے ہیں، یہ بھی اچھی روایت ہے، کیونکہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز (یعنی پتھر، کنکر، کانٹے، موذی حشرات الارض وغیرہ) کے ہٹادینے کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کا ایک حصہ قرار دیا ہے اور اگر کوئی اسپرے بھی کرسکے تو اس کی وجہ سے حشرات الارض اور موذی جانوروں سے لوگ محفوظ رہیں گے، جدید دنیا ویسے بھی ماحولیاتی تطہیر کو بڑی اہمیت دے رہی ہے اور ماحولیاتی آلودگی کو ایک بڑا مسئلہ قرار دے رہی ہے۔ کچھ لوگ قبرستان میں چراغاں کرتے ہیں، زائرین کی سہولت کے لئے روشنی کا انتظام کرنا اچھی بات ہے، لیکن اس کا شبِ برات سے کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے کہ اسے محض اس رات کے لیے خاص سنت یا عبادت سمجھ کر کیا جائے، یہ انتظام مستقل اور ضرورت کی حد تک ہونا چاہیے، اس میں اِفراط درست نہیں ہے۔ اہلِ قبور کو جو نور کام آتا ہے، وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کا نور ہے اور اہلِ قبور کو ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہمارے اس خطے میں شب برات کے موقع پر آتشیں کھلونوں سے بچے کھیلتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور کم از کم مکروہِ تحریمی ہے۔ ملکی قانون کی رو سے بھی آتشیں کھلونے



بنانا، انہیں ذخیرہ کرنا اور بیچنا منع ہے اور مفادِ عامّہ کے قوانین کی پابندی شرعًا بھی مستحسن اور بعض صورتوں میں ضروری ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ محض دولت کمانے کے لیے غیر شرعی اور غیر قانونی کام کرتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانا اچھی بات ہے، لیکن شبِ برات کے حوالے سے حلوہ پکانا اور بانٹنا ہمارے خطے کا ایک رواج ہے جو شریعت میں منع تو نہیں ہے، لیکن یہ شرعًا لازم بھی نہیں ہے۔ شب برات کے لئے کوئی خاص عبادت منقول نہیں ہے، نوافل، تلاوتِ قرآنِ کریم، اذکار و تسبیحات و درود میں سے جس کی بھی توفیق و سعادت نصیب ہو، قابلِ تحسین ہے۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ ان مبارک راتوں میں اور جب بھی موقع ملے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کی ارزانی ہو، تو ماضی کی قضا نمازیں پڑھنی چاہییں۔ حدیث مبارک میں ہے: ''غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کی چار نمازیں مشرکینِ مکہ (کے محاصرے) کی وجہ سے جاتی رہیں، یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا، پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، اُنہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی تو رسول اللہ ﷺ نے پہلے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور عصر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی گئی تو مغرب کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی تو عشاء کی نماز پڑھائی، (سُنن ترمذی:179)''۔

علامہ نظام الدین لکھتے ہیں: ''سنن مؤکدہ کے سوا دیگر نوافل پڑھنے سے قضا نمازوں کی ادائیگی میں مشغول رہنا اولیٰ اور اہم ہے، (عالمگیری، جلد:1، ص:125)''۔

حضرت حسن بصری سے سو رکعات پر مشتمل ''صلوٰۃ الخیر'' منقول ہے، بعض مفسرین نے بھی اسے نقل کیا ہے اور ''غنیۃ الطالبین'' میں بھی اس کا حوالہ موجود ہے۔

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: ''شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے



پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہی نہیں، نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے، اِس کے قبول کی امید تو مفقود اور اُس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اے عزیز! فرض، خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے، وہ قابل قبول ہوں گے؟ خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے، (فتاویٰ رضویہ، جلد:10 ص:178، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر فرض چھوڑ کر سنت و نفل میں مشغول ہوگا، تو یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا''۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: ''لازم اور ضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں اس کا اہتمام عقل و دانش کی رو سے غیر مفید ہے، کیونکہ عاقل کے نزدیک نفع کے حصول سے ضرر کا دور کرنا اہم ہے، (فتوح الغیب مع شرح عبدالحق الدہلوی، ص:273)''۔

میں نے عام روش سے ہٹ کر یہ گزارشات اس لیے کی ہیں کہ دین میں ترجیحات اور اَحکامِ شریعت کی درجہ بندی کو بعض اوقات ہم نظرانداز کردیتے ہیں اور ایک طرح سے یہ عملی تضاد کی صورت بن جاتی ہے۔ فرائضِ شرعی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کو ہر مسلمان سے مطلوب ہیں، یہ شریعت کا لازمی مطالبہ ہے۔ نفلی عبادات بلاشبہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہیں اور قرآن وحدیث میں ان کے بے شمار فضائل بھی آئے ہیں، لیکن نفلی عبادات میں یہ رغبت فرائض کے ترک کا سبب نہیں بننا چاہیے اور نہ ہی انہیں فرائض کا متبادل سمجھنا چاہیے، البتہ انہیں فرائض کا تکملہ اور تتمہ سمجھنا چاہیے۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگ محافلِ نعت، میلادالنبی ﷺ اور اَعراس کی مجالسِ مبارکہ پر دل کھول کر رقم خرچ کریں گے، لیکن زکوٰۃ جو فریضہ



الٰہی ہے، اُس سے غافل رہیں گے، اس لیے شریعت میں ''اَلْاَھَمّ فَالْاَھَمّ'' کی رعایت ضروری ہے۔

بعض مساجد میں لوگ باجماعت صلوٰۃ التسبیح کے نوافل پڑھتے ہیں، فقہائے کرام نے ان کے لیے تداعی کو مکروہِ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ قرار دیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ جو لوگ پڑھ رہے ہوں، اُن کو منع نہ کیا جائے۔ امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

''تراویح کے سوا دیگر نوافل میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی، چار کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں، یعنی مکروہِ تنزیہی، جس کا حاصل خلافِ اَولیٰ ہے، نہ کہ گناہ وحرام (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاویٰ میں دی ہے)۔ مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے، بہت اکابر دین سے نوافل کی جماعت کی تداعی ثابت ہے اور عوام فعلِ خیر سے منع نہ کیے جائیں، علمائے امت وحکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے، درمختار میں ہے: ''عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے، کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں اُن کی رغبت کم ہوتی ہے، بحوالہ البحر الرائق، اسی میں ہے: ''عوام کو ان (ذوالحجہ کے) دس دنوں میں بازار میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے، اسی پر ہمارا عمل ہے، (بحر اور مجتبیٰ وغیرہ)''۔ حدیقہ ندیہ میں ہے: ''صلوٰۃ الرغائب کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں، اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے، مگر عوام میں یہ فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے، (فتاویٰ رضویہ، ج:7، ص:466-465)''۔